امام طحاویؒ۔ اور ان کی کتاب

,,شرح معانی الآثار،،

حافظ محمد یٰسین

ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک الازدی الطحاوی ، ان کی یہ نسبت طحا نامی ایک گاؤں کی طرف ہے ، جو بالائی مصر میں واقع ہے۔ ان کے بزرگ بالائی مصر میں آ کر آباد ہو گئے تھے ، جب ابراھیم بن مہدی کی بغاوت کی خبر مصر میں پہنچی تو آپ کے دادا سلامہ دوسرے لوگوں کے ساتھ خلیفہ المامون سے منحرف ہو گئے ۔ سلامہ نے حکومت وقت کے خلاف مصر میں ہونے والی بعض محدود بغاوتوں میں حصہ لیا لیکن آخرکار ۲۰۳ ھ/ ۸۱۸ء میں قتل ہوئے ۔

طحاوی کے آباؤ اجداد کے تذکروں سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ ان کا تعلق ایک ممتاز اور بااثر خاندان سے تھا (۱) ۔

طحاوی کی تاریخ پیدائش کے بارے میں تذکرہ نگاروں کے مختلف بیانات ھیں ۔ سمعانی کا بیان ہے کہ : امام طحاوی ۲۲۹ ھجری میں پیدا ہوئے ۔

ابن خلکان کہتے ھیں کہ :

,,بعض روایات کی بناء پر امام طحاوی کی ولادت ۲۳۸ ھجری

میں ہوئی ، ابو سعید سمعانی کا بیان ہے کہ ۲۲۹ هجری میں ہوئی ۔ اور یہی تاریخ درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ امام طحاوی کا اپنا بیان بھی یہی ہے ، بعض حضرات نے اتنا اور اضافہ کیا کہ ربیع الاوّل کی دس تاریخ تھی ،، (۲)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :

,,امام طحاوی حنفی المسلک ہیں ، فقہ میں ان کا درجہ مسلّم ہے، انہوں نے متعدد کتابیں تالیف کیں ، ان کی تمام کتابوں نے اہل علم میں ثقاہت اور استناد کا درجہ حاصل کیا ، قوی الحافظہ تھے ۔ امام مزنی کے بھانجے ہیں ۔ ۲۲۹ ہجری میں پیدا ہوئے ، اور نوے سال اور بعض روایات کی بنیاد پر ۹۲ سال عمر پائی ،، (۳)

علاّمہ عینی نے امام طحاوی کے سال پیدائش ، اور سال وفات کے بارے میں بڑی تحقیق کی ہے اور خاصی تفصیل سے کام لیا ہے ۔ ان کا بیان ہے :

,,امام بخاری کی وفات کے وقت امام طحاوی کا سن ستائیس برس تھا ۔ امام بخاری نے ۲۵٦ ہجری میں سفر آخرت اختیار کیا، امام مسلم کی وفات کے وقت طحاوی کی عمر بتیس برس تھی ، امام مسلم نے ۲٦۱ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا ،، ۔

ابو داؤد طیالسی کی وفات کے وقت طحاوی کی عمر چھیالیس سال تھی ، ابو داؤد کی وفات ۲۷۵ ہجری میں ہوئی ۔ امام نسائی کی وفات کے وقت طحاوی کی عمر چوہتر سال تھی ، انہوں نے ۳۰۳ ہجری میں رحلت کی ، امام احمد بن حنبل نے جب سفر آخرت اختیار کیا (۲۴۱ ھـ) اس وقت طحاوی صرف بارہ برس کے تھے ۔

ان تمام تقویموں سے امام طحاوی کی تاریخ ولادت ۲۲۹ ہجری ہی بنتی ہے اور یہی خود ان کی اپنی بیان کردہ ہے ، (۴)

تذکرہ نگاروں نے وضاحت کی ہے کہ روایت حدیث کے مختلف سلسلسوں میں امام طحاوی ـ امام مسلم ،. ابو داؤد ، ترمذی ، ابن ماجہ اور نسائی کے ساتھ شریک ھیں ـ

تعلیم و تربیت .

ابتدائی تعلیم اپنے ماموں ابو ابراھیم اسمعیل (بن یحیی) المزنی سے پائی ، جو (امام) الشافعی کے مشہور ترین شاگردوں میں سے تھے، تاھم انھوں نے اپنے ماموں کے حسب دل خواہ حصول علم میں کوئی ترقی نہ کی ، چنانچہ ایک دفعہ ان کے ماموں نے کہا کہ تم کبھی نام پیدا نہ کر سکو گے ـ بھانجے نے (دل برداشتہ ھو کر) اپنے ماموں کو خیر باد کہا ، اور ابو جعفر بن ابی عمران (یعنی احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ، جو اس زمانے میں مصر آئے تھے، جب ایوب وزیر مال مقررھوا تھا اور وھیں قیام پذیر ھو گئے تھے) سے فقہ حنفی کا درس لینے لگے۔ المزنی ۲٦۴ ھـ/ ۸۷۸ء میں فوت ھوئے اور انھیں سے طحاوی نے الشافعی کی مسند (سنن الامام الشافعی) حاصل کی تھی ، ان اسناد کی رو سے جو بہترین قلمی نسخوں میں پائے جاتے ھیں طحاوی نے اس تصنیف کی سماعت ۲۵۲ ھـ میں کی اور ۳۱۷ ھـ میں اسے دوبارہ اپنے تلامذہ کو سنایا ـ ۲٦۸ھـ/۸۸۱ ـ ۸۸۲ ء میں وہ شام چلے گئے اور وھاں احناف کے قاضی القضاہ قاضی ابو حازم عبدالحمید بن جعفر سے استفادہ کیا ـ بیت المقدس ، غزہ اور عسقلان میں دیگر علماء سے ملے، لیکن اگلے ھی سال واپس آ گے ـ ابتدائی زمانے میں وہ بہت غریب تھے ، لیکن انھیں محمد بن عبدہ کی سرپرستی حاصل ھو گئی جو مصر میں ۲۷۷ ھـ تا ۲۸۳ ھـ قاضی القضاہ رھے تھے ـ سوانح نویس بتاتے ھیں کہ وہ طحاوی پر کیسی کیسی مہربانیاں کیا کرتے تھے اور ایک موقع پر تو طحاوی کو

ان کے حصے کے انعام کے علاوہ قاضی اور دس گواہوں کا مقررہ انعام بھی دلوا دیا ۔ طحاوی فقہ میں فطری طور پر صائب الرائے ہونے کے باوجود ان لوگوں پر جنھیں عدالت کی حاضری کا اتفاق ہوتا یہی اثر ڈالتے کہ ان کے آقا کا عہدہ بے حداہم ہے ۔ آپ کی شہرت اس وقت ہوئی جب ابوالجیش بن طولون کو کسی دستاویز کے لئے شہادت کی ضرورت پیش آئی ۔ ہر شاهد نے اس رسمی عبارت کے آگے دستخط کر دیئے کہ ,,امیر ابو الجیش وغیرہ نے مجھے شاهد بنایا ہے ،، ۔ لیکن جب طحاوی کی باری آئی تو انہوں نے لکھا کہ ، میں شہادت دیتا ہوں کہ ،، امیر ابوالجیش ... اس دستاویز کی ہر شرط کا اقرار کرتا ہے ،، ۔ اس پر امیر کو تعجب ہوا اور طحاوی کو مناسب صلہ دیا جس سے دوسرے شاهدوں کو حسد پیدا ہوا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے مخالفین نے کوئی نہ کوئی وجہ نکال کر ان پر یہ الزام لگایا کہ اوقاف کی جائیداد کے انتظام میں جو ان کے ذمے تھے بدعنوانی ہوئی ہے ۔ اس الزام کی بناء پر انھیں قیدکی سزا دی گئی(۵) ۔

حنفی مسلک کیسے اختیار کیا ؟

امام طحاوی کے ماموں اسماعیل بن یحییٰ مزنی کا شمار امام شافعی رحمۃ اللہ کے سربرآوردہ اصحاب میں ہوتا تھا ، اپنی ذهانت و ذکاوت کے باعث تمام ساتھیوں میں ممتاز تھے ۔ طحاوی نے علم فقہ کی تحصیل کا آغاز انہی سے کیا ، قدرت نے طحاوی کو جو طباعی اور نکتہ رسی عطا کی تھی ، وہ استاد کے قدم بقدم چلنے میں مانع بن گئی ، جو کچھ استاد سے سنتے اسی پر اکتفاء نہ کرتے ، تفقہ میں جتنا آگے بڑھ رہے تھے ، اور مسائل فقہ پر جس قدر عبور ہوتا جا رہا تھا ، اس نے طحاوی کو ایک عجیب کیفیت سے دوچار کر دیا ۔ وہ ماموں جان سے فقہی مسائل میں سوال کرتے لیکن وہ انہیں مطمئن کرنے

میں کامیاب نہ ہوتے ۔ ان کے جوابات طحاوی کی علمی تشنگی کو دور کرنے سے قاصر رہتے ۔ اس صورت حال نے طحاوی میں یہ جستجو پیدا کی کہ وہ معلوم کریں کہ فقہاء اور أئمہ مجتہدین کے اختلافی مسائل میں ان کے ماموں کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں اور ان کے فیصلہ کی بنیاد کیا ہوتی ہے ؟ ۔ آخرکار طحاوی نے اپنے ماموں کی وہ کمزوری پکڑ لی جس کی بناء پر وہ بھانجے کو ، یا یوں کہیئے کہ اپنے ایک ذہین و فطین اور محنتی شاگرد کو مطمئن نہیں کر پا رہے تھے ۔ انہوں نے دیکھا کہ مزنی شافعی المسلک ہونے کے باوجود کثرت سے فقہ حنفی کا مطالعہ کرتے ہیں ، اور بہت سے مسائل میں امام شافعی کے مسلک سے ہٹ کر امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے فتاویٰ اور آراء سے ملتا جلتا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں اور اس طرح کے تمام مسائل کے لئے انہوں نے ایک خصوصی یادداشت بنا رکھی ہے۔ ان مسائل کو اس میں لکھ لیتے ہیں ۔

اس حقیقت کے انکشاف پر طحاوی نے از خود اور براہ راست فقہ حنفی کا مطالعہ شروع کر دیا ، مسائل کے حل میں فقہ حنفی کی وسعت و جامعیت ، اور عقلی و منطقی طرز استدلال نے طحاوی کو متأثر کیا ، احمد بن ابی عمران معروف فقہائے احناف میں سے تھے ، وہ عراق سے تشریف لائے تھے ، ان سے فقہ حنفی حاصل کرنا شروع کیا ۔ یہ وہ بنیادی موڑ تھا جہاں سے طحاوی نے اپنے ابتدائی مسلک یعنی مسلک شافعی کو خیر باد کہا ، اور حنفی مسلک کے نہ صرف مداحوں میں شامل ہو گئے بلکہ باقاعدہ طبقہ احناف میں شامل ہو گئے اس تبدیلی نے اہل علم و فضل کو چونکا دیا ۔ اس تبدیلی اور ذہنی و فکری انقلاب پر مختلف حضرات نے روشنی ڈالی ۔

ابو اسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں بیان کیا :

,,مصر میں امام ابو جعفر طحاوی حلقہ احناف کے گل سرسبد تھے ، طحاوی نے ابو جعفر احمد بن ابی عمران ، اور ابو حازم وغیرھما سے اکتسابِ علم کیا، اوّل اوّل وہ شافعی المسلک تھے ، مزنی سے علم فقہ حاصل کرتے تھے ، ایک روز مزنی کی زبان سے غصہ میں یہ نکل گیا کہ : ،، خدا کی قسم ، طحاوی تمھیں کچھ نہیں آئے گا ،،

اس کی وجہ بظاھر یہ تھی کہ تعلیم کے ابتدائی دور میں طحاوی بہت زیادہ محنت نہیں کرتے تھے ۔ (٦)

طحاوی کے فقہی مسلک تبدیل کرنے کی سب سے معقول وجہ وہ معلوم ھوتی ہے جو مولوی فقیر محمد جہلمی نے حدائق الحنفیہ میں بیان کی ہے ، وہ لکھتے ھیں :

,,فتاویٰ برھنہ میں آپ کے فقہی مسلک کی تبدیلی کا یہ سبب لکھا ہے کہ : ایک دن اپنے ماموں سے پڑھ رہے تھے کہ آپ کے درس میں یہ مسئلہ آیا کہ اگر کوئی حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ھو تو کیا عورت کا پیٹ کاٹ کر بچہ نکالنا جائز ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ عورت کا پیٹ چیر کر بچہ نکالنا جائز نہیں ہے ، جب کہ امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ بیان کیا گیا کہ پیٹ کاٹ کر بچہ کو نکالنا جائز ہے ۔

اس مسئلہ کو سنتے ھی طحاوی ، مزنی کی مجلس درس سے اٹھ کھڑے ھوئے ، اور کہنے لگے کہ میں اس شخص کی ھرگز پیروی نہیں کرتا جسے آدمی کی ھلاکت کی بھی پروا نہ ھو ۔ بات یہ تھی کہ طحاوی کا قصہ بھی کچھ ایسا ھی تھا، آپ ابھی اپنی والدہ کے پیٹ میں ھی تھے کہ ان کا انتقال ھو گیا، اور ان کا پیٹ چیر کر انھیں نکالا گیا تھا ۔

طحاوی کی یہ بات سن کر مزنی نے کہا : خدا کی قسم تو ھرگز فقیہ نہیں ھو سکتا ، لیکن جب اللہ نے آپ کو فقہ اور حدیث میں امام

اور استاد کے درجہ پر فائز کیا تو پھر اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ: میرے ماموں پر اللہ کی رحمت ہو۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنے امام (شافعی) کے مسلک کے مطابق ضرور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے»(۷) .

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی طبع سلیم میں قوت استدلال کی تلاش تھی، اور نظر میں انتہائی باریک بینی ۔ اس نے آپ کا رخ حنفیت کی طرف موڑ دیا ۔

اساتذہ :

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں مزنی سے حاصل کی ، ان کا حلقہ درس چھوڑنے کے کچھ عرصہ بعد ۲۶۸ ہجری میں مصر چلے گئے ۔ وہاں جا کر اس وقت کے شہرہ آفاق استاد ابوجعفر احمد بن عمران موسیٰ بن عیسیٰ سے فقہ حنفی کی تحصیل شروع کی ۔ احمد بن ابی عمران فقہ حنفی میں زبردست دسترس رکھتے تھے، اور دو واسطوں سے ان کا سلسلہ سند امام ابوحنیفہ سے مل جاتا تھا ۔

طحاوی نے نہ صرف مصر کے علماء سے استفادہ کیا ، اور وہاں کے تمام علمی دسترخانوں سے خوشہ چینی کی بلکہ دوسرے ملکوں اور شہروں پر بھی دستک دی، جہاں بھی کوئی علم کا چشمۂ صافی نظر آتا اس سے اپنی پیاس بجھاتے ۔

حصول علم کی خاطر آپ نے شام کا بھی سفر کیا ، اور وہاں کے قاضی القضاہ ابو حازم سے فقہ کی تحصیل کی ، مختلف ملکوں سے جو بھی مشائخ حدیث ان کی زندگی میں مصر آئے ، آپ نے ان سب سے استفادہ کیا ، اساتذہ حدیث میں سلیمان بن شعیب کیسانی ، ابو موسیٰ یونس بن عبدالاعلیٰ ، ھارون بن سعید ، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم ، بحر بن نصر ، ھارون بن سعید ایلی ، ربیع بن سلیمان جنیری ، ابراھیم بن رزوق وغیرہ ۔ حافظ ذہبی نے ان اساتذہ کے

علاوہ عبدالغنی بن رفاعہ کا بھی ذکر کیا ہے (۸)

علامہ بدر الدین عینی کہتے ہیں کہ :

,,ابو موسیٰ یونس بن عبدالاعلیٰ صدفی سے روایت کا شرف حاصل کرنے میں امام طحاوی ، امام مسلم کے دوش بدوش ہیں ،، ۔

بالآخر ایک وہ وقت آیا کہ اپنے دور میں تحقیق مسائل اور وسعت نظر کے لحاظ سے کوئی عالم طحاوی کے ہم پلہ نہ رہا ، مسلک ومشرب کے اختلاف کے باوجود دور دراز ملکوں سے طالبان علوم سفر کی صعوبتیں اٹھا کر انکے پاس آتے اور ان سے استفادہ کرتے ۔ حدیث اور فقہ میں یکساں آپ کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کو دیکھ کر لوگ ورطہ حیرت میں ڈوب جاتے ۔ خود امام طحاوی کی زبانی ایک واقعہ سنیئے ، اس سے ان کی فراوانی علم کا اندازہ ہو گا۔ فرماتے ہیں :

,,ایک مرتبہ میں قاضی کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ، ایک شخص آیا، اور کہنے لگا ۔ ابو عبیدہ بن عبداللہ نے اپنی والدہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے کون سی حدیث روایت کی ہے ؟ جب شرکائے مجلس میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے اپنی سند کے ساتھ وہ حدیث بیان کی :

حدثنا بکار بن قتیبہ اخبرنا ابو احمد اخبرنا سفیان عن عبدالاعلی الثعلبی عن ابی عبیداللہ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : ان اللہ لیغار للمومن فلیغر ، وحدثنا بہ ابراهیم بن ابی داؤد اخبرنا سفیان بن رکیع عن ابیہ عن سفیان موقوفاً ، ۔

جب آپ اس کی مطلوب حدیث کو دو سندوں کے ساتھ مرفوعاً اور موقوفاً بیان کر چکے تو وہ شخص بے ساختہ کہنے لگا : ,,سر شام

تو میں نے آپ کو فقہاء کے دنگل میں دیکھا تھا اور اب آپ حدیث کے میدان میں ھیں ۔ ،، بہت کم لوگ ھوں گے جو ان دونوں فنون میں آپ کی طرح جامعیت رکھتے ھوں گے ۔ ؟ یہ سن کر طحاوی نے کہا : ,,یہ محض اللہ کا فضل و کرم اور اس کا انعام ہے ،، ۔ (۹)

وفات ۔

امام طحاوی کی تاریخ ولادت کے بارے میں تو روایات مختلف ھیں لیکن راجح روایت ۲۲۹ هجری کی ہے۔ تاریخ وفات ذی قعدہ ۳۲۱ هجری ہے۔ لفظ ,,مصطفیٰ،، سے اھل علم نے آپ کا سال پیدائش نکالا ہے جو کہ ۲۲۹ ہے ۔ ,,محمد مصطفیٰ ،، سے سالِ وفات ۳۲۱ ، اور لفظ ,,محمد،، سے آپ کی عمر جو کہ بانوے (۹۲) سال ھوئی (۱۰)

شرح معانی الآثار ۔

حدیث ، تفسیر ، اور فقہ میں طحاوی کی مؤلفات کی فہرست خاصی طویل ہے ، حدیث ، اور فقہ ان کا اصل میدان ہے۔ زیادہ تر تالیفات انھی دو موضوعات پر ھیں ۔ ان کی سب سے اھم تالیف شرح معانی الآثار ہے۔ یہ کتاب اگرچہ بنیادی طور پر مجموعہ احادیث ہے ، اور اس کا تعلق براہ راست حدیث سے ہے لیکن طحاوی نے اس میں فقہ اور رجال کے متعدد علوم کو بڑے حسن اور خوبی کے ساتھ جمع کیا ہے ۔

اس کتاب سے طحاوی کا مقصد صرف احادیث کو جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ان کے سامنے اصل مقصد حنفی مسلک کی تائید تھی ، اور یہ ثابت کرنا تھا کہ شرعی مسائل میں امام ابو حنیفہ کا موقف کسی جگہ بھی حدیث کے خلاف نہیں ۔ ابو حنیفہ کے بارے میں یہ بات بڑی کثرت سے کہی گئی کہ وہ اجتہادی مسائل میں اپنی رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے ھیں ۔ طحاوی نے شرح معانی الآثار میں یہ ثابت کیا ہے کہ ابو حنیفہ کا موقف کسی مسئلہ میں بھی محض رائے پر

مبنی نہیں ہے۔ انھوں نے کسی نہ کسی حدیث کو اپنے مذہب کی بنیاد بنایا ہے۔ اگرچہ بعض مسائل میں انھوں نے ایسی احادیث پر اعتماد کیا ہے ، اور ان کو ترجیح دی ہے جو قوی الاسناد نہیں ھیں لیکن بعض دوسری روایات سے ان کی تائید ہوتی ہے۔

سبب تالیف۔

طحاوی کی شرح معانی الآثار سے پہلے موطا امام مالک کے علاوہ حدیث کے چھ مستند اور قابل اعتماد مجموعے الجامع الصحیح (امام البخاری) الجامع الصحیح (امام مسلم) ، سنن الترمذی ، سنن النسائی ، سنن ابی داؤد ، اور سنن ابن ماجه مرتب ھو چکی تھیں اور اھل علم و فضل میں قبولیت کا درجہ پا چکی تھیں ، پھر طحاوی کو ایک نیا مجموعۂ احادیث مرتب کرنے کا خیال کیوں پیدا ھوا ، اس کے بارے میں خود طحاوی کا بیان ہے ، لکھتے ھیں :

,,مجھ سے میرے بعض اھل علم دوستوں نے فرمائش کی کہ میں ان کے لئے ایک ایسی کتاب تصنیف کروں جس میں وہ احادیث مذکور ھوں ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام کے بارے میں مروی ھیں اور جن کی نسبت ملحدین اور بعض ضعیف الاسلام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے ٹکراتی ھیں۔ ان کا یہ وھم محض اس وجہ سے ہے کہ انھیں ناسخ و منسوخ اور ان واجب العمل احکام کے متعلق بہت کم علم ہے ، جن کی بابت کتاب اللہ ناطق ہے اور متفق علیہ سنت شاھد ہے۔ مجھ سے یہ بھی خواھش ظاھر کی گئی کہ میں کتاب کو چند ابواب پر مرتب کروں جن میں ھر باب ان تمام ناسخ و منسوخ روایتوں پر مشتمل ھو جو اس باب سے تعلق رکھتی ھیں اور اس میں علماء کی تاویلات اور ھر ایک کے استدلالات دوسرے کے مقابلہ میں بیان کئے جائیں ، اور ان میں سے جس کسی کا قول میرے نزدیک صحیح ھو اس پر کتاب اللہ ، سنت ،

اجماع امت اور صحابه و تابعین کے متواتر اقوال سے حجت پیش کروں، میں نے اس سلسله میں کافی غور کیا اور بہت کچھ چھان بین کی تو ان میں سے کچھ ابواب اسی نہج پر مرتب کیئے ۔ جس کی مجھ سے خواهش کی گئی تھی ۔ پھر میں نے اس کتاب کو چند کتابوں (حصوں) میں تقسیم کیا ، اور هر کتاب میں ایک ایک نوع کے مسائل اور احادیث جمع کیں ، سب سے پہلے وہ روایات ذکر کیں جو رسول الله صلی الله علیه وسلم سے طہارت کے باب میں منقول هیں ، علی هذا ،، (۱۱)

تسمیه ۔

امام طحاوی نے اپنی اس تالیف کا نام شرح معانی الآثار رکھا ، آثار سے مراد احادیث نبویه اور اقوال صحابه هیں ۔ یعنی احادیث اور آثار کے معانی میں باهم فی نفسها یا بظاهر نظر جو تعارض ہے ، امام طحاوی نے ان احادیث و آثار کے معانی و مطالب کی تشریح و توضیح کر کے اس تعارض کو اٹھا دیا ہے ، کتاب کا اصل نام شرح معانی الآثار ہے لیکن بطور اختصار صرف معانی الآثار مشہور هو گیا ۔

اسلوب ۔

تمام امہات کتب حدیث میں امام طحاوی کا طرز سب سے منفرد اور دلچسپ ہے وہ ایک باب کے تحت پہلے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث وارد کرتے هیں پھر ذکر کرتے هیں که بعض لوگوں نے اس حدیث سے یه مسئله مستنبط کیا ہے ، اس کے بعد ذکر کرتے هیں که احناف کثرهم الله تعالی اس مسئله میں اختلاف کرتے هیں اور ان کی دلیل ایک اور حدیث ہے جو اس حدیث کے مخالف ہے پھر اس حدیث کے متعدد طرق ذکر کرتے هیں اخیر میں مذهب احناف کو تقویت دیتے هیں، دونوں حدیثوں کا الگ الگ محل بیان کر کے تعارض دور کرتے هیں

اور تبھی پہلی حدیث کی سند کا ضعف ثابت کر کے دوسری حدیث کو ترجیح دیتے ھیں اور بعض اوقات پہلی حدیث کا منسوخ ھونا واضح کر دیتے ھیں ۔ نیز انھوں نے ھر باب میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ احناف کی تائید کرنے کے لئے آخر میں ایک عقلی دلیل پیش کی جائے اور اگر مسلک احناف پر کوئی اشکال وارد ھوتا ھو تو اس کو بھی دور کرتے ھیں ۔ مثلاً :

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کی : عن ابی ھریرہ یقول : سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : لا صلوہ لمن لا وضوء لہ ، ولا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ ۔ (ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ھیں : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے : جس شخص نے وضو نھیں کی ، اس کی نماز درست نھیں اور جس نے وضو کرتے وقت اللہ کا نام نھیں لیا اس کا وضو نھیں ھوا) یعنی نماز وضو کے بغیر صحیح نھیں ، اور وضو بسم اللہ پڑھے بغیر درست نھیں ۔ اسی مضمون کی ایک اور روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ھیں کہ : ایک طبقہ کا مذھب یھی ہے کہ وضو بغیر بسم اللہ کے درست نھیں ہے ۔ لیکن علماء احناف نے ان حضرات سے اختلاف کیا ہے ، وہ کہتے ھیں کہ جس شخص نے وضو سے پہلے بسم اللہ نھیں پڑھی ، اس نے یقیناً اچھا نھیں کیا ، ایک مسنون طریقہ ترک کیا لیکن اس کے باوجود اس کی وضو درست ھوگئی۔ وہ اپنی دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ھیں کہ مھاجرین قنفذ سے روایت ہے ، وہ کہتے ھیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو اسی وقت سلام کیا جب آپ وضو فرما رھے تھے ، آپ نے میرے سلام کا جواب نھیں دیا ، جب وضو سے فارغ ھوئے تب جواب دیا ، اور فرمایا مجھے تمھارے سلام کا جواب دینے سے یہ بات مانع ھوئی کہ میں وضو کے بغیر اللہ کے ذکر کو پسند نھیں کرتا ،،

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام طحاوی نے کہا کہ : اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی کیونکہ آپ نے بغیر وضو کے اللہ کے ذکر کو جو سلام کے جواب کی صورت میں تھا ، پسند نہیں فرمایا ، ۔ اور نبی علیہ السلام کے ارشاد کہ ,,بسم اللہ کے بغیر وضو صحیح نہیں کے دو مطلب ہو سکتے ھیں ۔ ایک یہ کہ بسم اللہ کے بغیر وضو اصلاً صحیح نہیں ، دوسرا یہ کہ بسم اللہ کے بغیر وضو کامل نہیں ہوتا اور یہی معنی زیادہ مناسب ھیں کیونکہ اس طرح دونوں حدیثوں میں تعارض پیدا نہیں ھوتا ۔

طحاوی نے اس تطبیق کی مثال دوسری ایک حدیث سے ھی دی ہے ۔ کہتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ۔ وہ شخص مسلمان نہیں ہے جو رات کو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رھے ،، حضور کے اس فرمان کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایسا شخص سرے سے مسلمان ھی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اچھا اور کامل مسلمان نہیں ہے ۔ بالکل اسی طرح محولہ بالا حدیث کا مطلب مراد لیا جائے گا کہ بغیر بسم اللہ کے کیا جانے والا وضو کامل اور بہترین وضو نہیں ہوگا (۱۲) .

نسخ ۔

جب دو متعارض حدیثوں میں سے کسی ایک کے بارے میں نسخ کی دلیل مل جائے تو امام طحاوی اس کے منسوخ کی تصریح کر دیتے ھیں اور ایک حدیث کو معمول اور دوسری کو متروک اور منسوخ قرار دیتے ھیں ۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ھیں : ,,انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول توضؤا مماست النار ،، یعنی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ، اس حدیث کو اختلاف الفاظ کے ساتھ طرق متعددہ سے روایت کرنے کے بعد امام طحاوی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ، مثلاً روایت کرتے ہیں : ,,عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل من ثوراقط فتوضأ ثم اکل بعدہ کتفا فصلی ولم یتوضاء فثبت بما ذکرنا ان آخرا الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو تزکالوضو مما غیرت النار وان ما خالف ذالک فقد نسخ بالفعل الثانی ،، ۔ (یعنی حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر کا ٹکڑا کھایا اور دوبارہ نیا وضو کئے بغیر نماز پڑھی ، امام طحاوی فرماتے ہیں ، ان دلائل سے واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو کو ترک کرنا تھا اور جو روایات اس کے مخالف ہیں وہ سب منسوخ ہیں ۔ (۱۳)

عقلی طرز استدلال ۔

امام طحاوی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر باب میں اپنے مختار اور پسندیدہ مسلک کو احادیث صحیحہ سے ثابت کرنے کے بعد عقلی دلائل سے انہیں ثابت کرتے ہیں ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ سر پر مسح کرنے کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف ہے ۔ امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ پورے سر کا مسح فرض ہے اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے ۔ امام اعظم کے مسلک پر احادیث سے دلائل دینے کے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں وضو میں بعض اعضاء یعنی چھرہ اور ھاتھ پیر بالاتفاق دھوئے جاتے ہیں اور سر پر بالاتفاق مسح کیا جاتا ہے البتہ مقدار میں اختلاف ہے ، احناف کے نزدیک سر

کے بعض کا اور مالکیہ کے نزدیک کل کا مسح فرض ہے اور جب ہم نے مسح کی ایک اور نظیر تلاش کی تو ہم نے دیکھا کہ جب پیروں پر موزے پہنے ہوئے ہوں تو ان پر مسح جائز ہے اور سب کا اتفاق ہے کہ موزوں کے کل پر مسح نہیں ہوتا بلکہ بعض پر مسح ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ مسح کے باب میں اصل متفق علیہ یہ ہے کہ بعض پر مسح ہو۔ لہذا سر کے بھی بعض حصہ پر مسح فرض ہونا چاهئیے ۔ (۱۳)

خصائص ۔

۱ ۔ طحاوی نے اپنی کتاب میں بعض ایسی احادیث بھی ذکر کی ہیں جو دوسری کتب حدیث میں شامل نہیں ہیں ۔

۲ ۔ بعض ایسی احادیث جو دوسری کتب حدیث میں موجود تو ہیں لیکن ان کے متن میں اختصار ہے ، طحاوی کو اگر کسی دوسری سند کے ذریعے وہ متن قدرے تفصیل کے ساتھ ملا ہے تو انہوں نے اسے اپنی کتاب میں شامل کیا ہے۔

۳ ۔ کسی حدیث کا متن اگر ایک سے زائد راویوں سے مروی ہے اور کسی ایک مروی متن میں تفصیل و اضافہ ہے تو طحاوی نے دونوں راویوں کے روایت کردہ متون ذکر کر دیئے ہیں ۔ اس معاملے میں انہوں نے کسی حد تک امام مسلم بن حجاج قشیری کا تتبع کیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ ایک مفتی ، قاضی اور مجتہد کو پہنچتا ہے ۔ کیونکہ اس طریق کار کے سبب احکام کے اخذ و استنباط میں مدد ملتی ہے۔

۴ ۔ صحابہ اور تابعین کے آثار کے علاوہ دیگر ائمہ مجتہدین کے اقوال و آراء کا بھی قیمتی ذخیرہ جمع کیا ہے۔

۵ ۔ کتاب کی ترتیب و تدوین میں احادیث کے مجموعوں کے برخلاف کتب فقہ کے طرز کو اپنایا ہے۔

۶۔ موطا امام مالک کی طرح اس کا مطالعہ بھی تفقہ کا ملکہ پیدا کرتا ہے اور تقلید محض کی دلدل سے نکالتا ہے۔

جو اھل علم حنفی مسلک کے حامل ھیں ، ان کے لئے شرح معانی الآثار کی حیثیت چراغ راہ کی سی ہے ، اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک حنفی مسلک کا حامل اپنے آپ کو غیر مسلم محسوس نہیں کرتا، اس کا یہ احساس پختہ ھو جاتا ہے کہ حنفی مسلک کی پشت پر بھی احادیث اور آثار صحابہ کا ایک وقیع ذخیرہ موجود ہے۔

ابن حزم نے شرح معانی الآثار کو سنن ابن ماجہ ، اور جامع ترمذی پر ترجیح دی ہے۔ (۱۵)

دیگـــر تالیفـــات :

مشکل الآثار۔

اس کتاب کا اصل نام مشکل الحدیث ہے ، عام طور پر لوگ مشکل الآثار کے نام سے جانتے ھیں ۔ اس میں احادیث نبویہ سے اس تضاد کو دور کیا گیا ہے جو نظر بظاھر دکھائی دیتا ہے۔ پھر ان سے احکام کا استنباط کیا گیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سات ضخیم جلدوں میں مکتبہ شیخ الاسلام فیض اللہ استنبول میں ۲۷۳ ـ ۲۷۹ نمبر پر موجود ہے۔

یہ نسخہ صحت کے لحاظ سے قابل اعتماد ہے۔ ابوالقاسم ھشام بن محمد ابن ابی خلیفہ رعینی نے اس کو طحاوی سے روایت کیا ہے۔ ابن السابق صاحب الضـور الامع جو ابو القاسم کے سوانح نگـار بھی ھیں انھوں نے اس کی صحت فرمائی ہے۔ حیدر آباد دکن سے اس کتاب کے چار حصص شائع ھوئے جو نصف کتاب سے بھی کم ھیں۔

اختلاف العلماء -

نئے سائز کے تقریباً ایک سو تیس اجزاء پر مشتمل ہے ابوبکر رازی نے اس کا اختصار کیا ہے اور یہ اختصار مکتبہ جاراللہ ولی الدین استنبول میں موجود ہے۔

احکام القرآن :

یہ بیس اجزاء میں ہے۔ قاضی عیاض، اکمال میں بیان کرتے ہیں کہ :

,,طحاوی نے تفسیر قرآن کے موضوع پر ایک ہزار ورق لکھے تھے ،، یہ احکام القرآن ہی کا ذکر ہے۔

کتاب الشروط الکبیر فی التوثیق -

یہ تقریباً چالیس اجزاء پر مشتمل ہے۔ بعض مستشرقین نے اس کا ایک جزء شائع کیا ہے ، اس کا ایک حصہ مکتبہ علی پاشا شہید استنبول میں اور ایک حصہ مکتبہ مراد ملا استنبول میں ملتا ہے مگر ان دونوں سے کتاب مکمل نہیں ہوتی -

الشروط الاوسط مختصر الشروط :-

یہ پانچ اجزاء پر مشتمل ہے ، مکتبہ شیخ الاسلام فیض اللہ میں موجود ہے ۔ اس کتاب سے علم شروط و توثیق پر طحاوی کی دسترس کا اندازہ ہوتا ہے ، چاہے عبدالقاہر کو کتنی ہی بری لگے -

مختصر الطحاوی فی الفقہ -

یہ بالکل اسی انداز پر ہے جیسی شافعی مسلک پر امام مزنی کی مختصر ہے ، اس کے نسخے مکتبہ ازہر مکتبہ جار اللہ استنبول ، مکتبہ فیض اللہ استنبول میں موجود ہیں ۔ طحاوی کی مختصر کی لوگوں نے شرحیں بھی کی ہیں ، ان میں سب سے قدیم اور سب سے اہم ابوبکر جصّاص رازی کی شرح ہے ، روایت و درایت دونوں لحاظ سے عمدہ ہے اس کا ایک حصہ دارالکتب مصریہ میں اور باقی حصہ مکتبہ

جاراللہ میں ہے۔

النوادر الفقهیه ۔

یه دس اجزاء پر مشتمل ہے۔

کتاب النوادر والحکایات ۔

یه تقریباً بیس اجزاء میں ہے۔

حکم ارض مکه :

ایک جزء

حکم الفی والغنائم ۔

ایک جزء ۔

الرد علی کتاب المدلسین ۔

پانچ جزء ۔ کتاب المدلسین ، ابوعلی الحسین بن علی الکرابیسی کی تالیف ہے۔ اس کتاب سے اهل سنت سے عناد رکھنے والوں کو زبردست قوت ملی ہے۔ ابو علی نے اپنے مسلک کی زندگی کے لئے ، خلاف مسلک تمام رواۃ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں امام احمد کا ارشاد ابن رجب نے شرح علل الترمذی میں دهرایا ہے۔ طحاوی نے اس فتنه کی سرکوبی بڑی اولوالعزمی سے کی ہے۔ کتاب المدلسین کے باب میں امام احمد کے علاوہ ابو ثور وغیرہ دیگر ائمه نے بھی سخت مذمت کی ہے۔

کتاب الاشربه ۔

طحاوی کی دوسری کتابوں کے ساتھ هشام رعینی اس کو بھی لے گئے تھے ۔

الرد علی عیسیٰ بن ابان ۔

دو جزء ۔ عیسیٰ کا شمار محمد بن حسن کے اصحاب میں هوتا ہے۔

الرد علی ابی عبید ۔

ایک جزء ، اس کا تعلق مسئله انساب سے ہے۔

اختلاف الروایات ۔

دو جزء ۔

الزیه ۔

ایک جزء ۔

شرح الجامع الکبیر ۔

جامع کبیر امام محمد کی شرح ۔

شرح الجامع الصغیر ۔

جامع صغیر امام محمد کی شرح ۔

کتاب المحاضر والسجلات ۔

موضوع نام سے ظاھر ہے۔

کتاب الوصایا والفرائض ۔

موضوع نام سے ظاھر ہے۔

کتاب التاریخ الکبیر ۔

ابن خلکان اس کے متعلق پته دیتے ھیں مگر کہتے ھیں افسوس مجھے اس کا سراغ نه مل سکا جس سے بھی پوچھا لاعلمی ظاھر کی لیکن مورخین اس سے بکثرت نقل کرتے ھیں ۔

اخبار ابی حنیفه واصحابه ۔

اسی کو کچھ لوگ مناقب کے نام سے جانتے ھیں ۔

کتاب النحل ۔

تقریباً چالیس اجزاء ھیں جن میں احکام ، صفات ، اجناس اور احادیث مرویه سے بحث کی گئی ہے۔

عقیدة الطحاوی ۔

یه عقائد پر مشہور کتاب ہے ، اس کا پورا نام یه ہے۔ بیان اعتقاد اهل سنت والجماعت علی مذهب الفقهاء الملة ابی حنیفه و ابی یوسف الانصاری و محمد بن الحسن ۔

تسویه بین حدثنا و اخبرنا ۔

اس کی تلخیص ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم و فضله میں کی ہے ۔

سنن الشافعی ۔

امام مزنی کے جو احسانات طحاوی پر تھے ان کے شکریه میں ان کی زبانی امام شافعی کی مرویات کو الگ جمع کر دیا ہے ۔
شافعیه ان احادیث کو طحاوی کے طریق سے روایت کرتے ھیں ۔

صحیح الآثار ۔

بروکلمان کی تحقیق کے مطابق یه مکتبه پاشا میں محفوظ ہے (۱۶).

حواله جات

۱ ۔ دائره معارف اسلامیه (پنجاب یونیورسٹی لاهور ۱۹۷۳ء) ج : ۱۲ ، ص : ۳۲۶

۲ ۔ ابن خلکان : وفیات الاعیان (مکتبه ۔ النهضه مصریه ۱۹۴۸ء) ج : ۱ ، ص : ۵۴ ۔

۳ ۔ ابن کثیر : البدایة والنهایه (مطبعة اسعاده مصر ۱۳۵۱ هـ) ج : ۱۱ ، ص : ۱۷۴

۴ ۔ عبد القادر قرشی ۔ الجواهر المضیۂ (حیدر آباد دکن ۱۳۳۲ هـ)

۵ ۔ دائرۃ معارف اسلامیه ۔ ج : ۱۲ ، ص : ۳۲۸ .

۶ ۔ وفیات الاعیان ۔ ج : ۱ ، ص : ۵۳

۷ ۔ فقیر محمد جهلمی : حدائق الحنفیه (نول کشور لکھنؤ، بھارت ۱۹۰۶ ء) ص : ۱۶۵

۸ ۔ حافظ ذهبی : تذکره الحفاظ (دائرة المعارف العثمانیه حیدر آباد دکن ۱۹۵۵ء) ج: ۲، ص:۲۹

۹ ۔ ایضاً .

۱۰ ۔ وفیات الاعیان ۔ ج : ۱ /۵۴ ، حدائق الحنفیه ۔ ص : ۱۶۶

۱۱ ۔ محمد یوسف کاندهلوی ۔ امانی الاحبار شرح معانی الآثار (طبع سهارن پور، بھارت ۱۳۷۹ هـ) ج : ۱ ، ص : ۲۹ (مقدمه)

۱۲ ۔ شاه عبدالعزیز دهلوی ۔ بستان المحدثین (طبع کراچی) ص: ۱۴۹ ، ۱۵۰ ۔

۱۳ ۔ شرح معانی الآثار ۔ ج : ۱ ، ص : ۵۸ ۔

۱۴ ۔ امانی الاحبار ۔ ج : ۱ ، ص : ۴۸ ، ۴۹ (مقدمه)

۱۵ ۔ ایضاً ۔ ج : ۱ ، ص : ۵۲ .

۱۶ ۔ حاجی خلیفه ۔ کشف الظنون ، ج : ۲ ، ص : ۱۷۲۸ ، ۱۷۲۹ ، دائرۃ معارف اسلامیه ۔ ج ۱۲، ص : ۳۲۷ ؛ ۳۲۸ ۔ نیز امانی الاحبار ۔ ج : ۱ ، ص : ۵۲ ۔